

خصوصی مطالعہ

اسلامی انقلاب

مفہوم، تقاضے اور حکمت عملی

ڈاکٹر محمد امین صاحب مدینہ یونیورسٹی کے فضیلت یافتہ ہیں۔ ان کی کتاب جدید کمیونٹی سے طباعت اور سادہ رنگین ٹائٹل کے ساتھ ۱۲۵ صفحات پر شائع ہوئی ہے۔ جس کی قیمت ۲۴/- روپے ہے۔ ایمان پرنٹرز نے شائع کی ہے۔ پتہ: ۵۹ ڈی، فیروز پور روڈ، لاہور۔ ہمارے نوجوان دوست ڈاکٹر محمد امین صاحب دل بے تاب اور خون گرم اور فکر شکن اور آواز سے آراستہ ہیں۔ انہوں نے شریعت کے نظام قانون کا مطالعہ کیا ہے اور اظہارِ باطنی الفیہ کے مراحل طے کر رہے ہیں۔ جب وہ خالص علمی نقطہ نظر سے لکھتے ہیں تو مزاج میں تدبیر اور اعتدال کا غلبہ رہتا ہے، جب وہ سیاسی ردعمل کی زد میں ہوں تو انہیں بڑی آزمائش درپیش ہوتی ہے۔

ڈاکٹر محمد امین اسلامی نظریہ اجتماعی، اسلامی معاشرے کی تشکیل کے طریق کار اور حکمتِ دعوت و انقلاب کے بارے میں مولانا مودودیؒ کی تحریر سے مستفید ہوئے۔ عرب سے پڑھ پڑھا کر آئے تو چند روز جماعتِ لاہور کے ساتھ مل کر کام کیا، مگر ان کے شعور کی زوردار لہر انہیں ایک اور ہی مورد پر لے گئی۔ بغیر اس میں کیا ہرج، اسلامیت کے بھی اب کئی گھاٹ ہیں اور ہر شخص آزاد ہے کہ وہ گھاٹ گھاٹ سے سیراب و

تبصرے کا تونی س س نہیں، ہم محض چند خیر خواہانہ مشورے دے سکتے ہیں۔

۱۔ فرمایا ” ہمارے علماء بدقسمتی سے فقہی مسالک اور گروہ بندیوں میں منقسم ہیں۔“ (ص ۱۳۲) مسالک اور گروہ بندیوں میں کمی کرنے کے بجائے ڈاکٹر صاحب اور ان کے ہم نوا تلی افتراق میں تازہ تر اضافہ کر رہے ہیں۔ ”نانا“..... راقم اور اس کے ہم خیال افراد نے الانصار المسلمین کے نام سے کام شروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔“ (ص ۱۳۴)

۲۔ بعض تضاد سامنے آنے میں ”متد دستہیں“..... اور اس نے (یعنی انصار المسلمون نے) دینی کام کرنے والے دوسرے عناصر سے اُلجھے بغیر اور کشمکش کئے بغیر صرف مثبت کام کرنے کا فیصلہ کیا ہے“ (ص ۱۳۵)

اب ملاحظہ ہو دوسرا نسخہ: ”اب تصویرت یہ ہے کہ وہ شکستیں کھا کھا کر ٹڑھال ہو چکے ہیں۔ اور آئندہ ایک دو انتخابات کے بعد بالکل نابود ہو جائیں گے.....“ اور ایک وقت آئے گا کہ ان کی عزت و توقیر بالکل ختم ہو جائے گی..... اور اس طرح ان کی قیادتیں مجاورمی کرنے اور فائنڈر خوانی کے لیے باقی رہ جائیں گی (ص ۹۲)۔ ”وہ صرف اس قابل ہیں کہ ان کی عقل کا ماتم کیا جائے۔ ان کے اخلاص پر تو حے لکھے جائیں اور مستقبل کا مورخ ان کا ذکر سفیہوں، دین فروشوں اور دین و ملت کے غداروں کے طور پر کرے۔“ (ص ۹۴) یا اللہ! اس غیظ و غضب اور جہالت مآبی سے پناہ! تو جناب بوں کرتے ہیں مثبت کام، دوسرے عناصر سے اُلجھے بغیر، مگر ڈاکٹر صاحب تو پہلے ہی اس جہاز سے جوڑو بننے والا ہے چھلانگ لگا کر ایک ٹاپور پر پہنچ گئے ہیں۔ میرا خیال ہے اب سرگھا کر بیچھے تو دیکھئے بھی نہیں۔

۳۔ کچھ آیات کے ماحاصل کے طور پر فرماتے ہیں کہ ”ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ دین کو غالب و نافذ کر دینا اللہ کی مشیت تھی۔“..... ”وہ اس لیے ہوا (اسلامی ریاست کا قیام بہ دور نبوت محمدی) کہ یہ اللہ کی سکیم تھی“۔ اور اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ..... یہ نہیں کہا جاسکتا کہ حضورؐ کا مشن غلبہ و نفاذ دین تھا۔“ (ص ۳۰)

”آج دعوت کے منہج کو اختیار کرتے ہوئے ہم سو فی صدی وہی منہج اختیار نہیں

کر سکتے جو حضورؐ کی ذات تک محدود تھا۔ وہ صرف آپؐ کے لیے منصوص تھا۔ ہمارے لیے منصوص نہیں ہے۔ (ص ۶۰) دلیل؟

ممکن ہے، حافظہ کوتاہی کرتا ہو، مگر قرآنی منشا کی ایسی تفسیر و تاویل نہ اسلاف میں سے کسی نے کی، نہ اختلاف میں سے۔ فضیہ یہاں یہ پیدا ہو گیا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے مشیت اور شریعت کو الجھا دیا ہے۔ یہی الجھن تو ان منکرین کی تھی جو کہتے تھے۔ لَوْ هَدَانَا اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا (الانعام - ۱۳۸) یعنی اگر اللہ نے ہمیں شرک سے روکنا چاہا ہوتا تو ہم شرک نہ کرتے۔ اسی طرح اطعام اہل حاجت کی اپیل کے جواب میں دشمنانِ حق نے کہا تھا کہ "الْطَّعِمُ مَنْ لَوْ يَشَاءُ اللَّهُ أَطْعَمَهُ (یس - ۴۷) یعنی ہم ان لوگوں کو کیوں کھانا کھلائیں جنہیں اگر اللہ کو کھلانا پسند ہوتا تو وہ خود کھلا دیتا۔ اسی طرح کی بات ایک اور پس منظر میں یہود نے کہی تھی۔ يَدَّ اللَّهُ مَخْلُوقَهُ الْإِنْسَانُ يَعْنِي ہمارے نکبت و بد حالی کا سبب یہ ہے کہ (نعوذ باللہ) خدا بخیل ہو گیا ہے۔ یعنی مصیبت تو مشیت کی وجہ سے ہے۔ ہماری کوئی ذمہ داری نہیں۔

پھر اس کا کیا علاج کریں گے آپ! کہ قرآن تو عین دعوت و تبلیغ، ہدایت و ضلالت، فتح و شکست ہر معاملے میں مشیت کی بالادستی کا ذکر کرتا ہے، مگر شریعت کے احکام اس دلیل سے معطل نہیں ہو جاتے کہ ہو گا تو وہی ہو اللہ چاہے گا۔ ایک طرف اللہ کا تکوینی تقذیری منشا ہے اور دوسری طرف دینی و شرعی حکم۔ ہم مکلف ہیں صرف دینی و شرعی احکام کے، ہمارا کوئی دخل تکوینی اور تقذیری دائرے میں نہیں ہے۔ مشیت اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے، جو ہر دائرے میں اُس کے خود مقرر کردہ دستوروں کے مطابق کام کرتی رہتی ہے۔ شریعت کے مخاطب اور ذمہ دار (تا بحمد امکان)، ہم ہیں۔ ان دونوں میں ٹکراؤ یا الجھاؤ پیدا کر دیا جائے تو پھر نہ کسی تدریج سے قرآن سمجھ آ سکتا ہے، نہ دین کے تقاضے، نہ دعوتِ حق اور اقامتِ نظامِ اسلامی کا مفہوم!

۴۔ متذکرہ طرز فکر نے بولف کو ایک اور عجیب و غریب نتیجے تک پہنچایا اور ایک نیا دعویٰ کر دیا ہے۔ فرمایا:

” پھر ایسے لوگ یہ نہیں سوچتے کہ حضورؐ کو اللہ نے جامع کمالات اور جامع صفات نیا یا نفا، تاکہ اسلامی انقلاب اپنی تکمیل کو پہنچ جاتا.....“ آج ہم میں کوئی حضورؐ جیسا نہیں ہے.....“ لہذا حضورؐ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے وہ سب کچھ کرنا جو حضورؐ نے کیا نفا، محض مثالیت اور خواب دیکھنے کی کوشش تو ہو سکتا ہے، اس کا عملی حقائق سے کوئی تعلق نہیں.....“ اصل بات یہ ہے کہ ہمارے ذمہ اس طرح سے کام کرنا ہے ہی نہیں جس طرح کہ یہ حضورؐ کے ذمے تھا۔“ (ص ۶۹) لہ

یعنی وہی بات جو دین کے متعلق سرسری باتیں کرنے والے لوگ کہا کرتے تھے کہ کہاں خدا کا پیارا رسولؐ اور جان و دل قربان کرنے والے صحابہؓ کرام، اور کہاں آج ہم جیسے لوگوں کا اسلامی نظام کی باتیں کرنا۔ وہ لوگ گذر گئے۔ اب قصہ ختم ہوا۔ نماز روزہ کرو، یہی بہت ہے۔

ایک کام یا فرض یا حق کو نبیؐ پاک کے لیے خاص کرنا ہو تو اس کی صریح دلیل ہوتی چاہیے۔ کون سے کام ہیں جو نبیؐ کے لیے خاص تھے۔ اور کون سے کام ہیں جن کی ذمہ داری امت کی طرف منتقل ہو گئی ہے۔ محض حضورؐ کو جامع کمالات کہہ دینے سے تو آپ دین کے کسی تقاضے، کسی منظر اور سنت رسولؐ یا طریقہ حضورؐ پر غلط تفسیر و ترمیم نہیں کھینچ سکتے۔ ورنہ ہر شخص جس چیز کو چاہے آپ کی خود ساختہ دلیل سے مخصوص بہ حضورؐ قرار دے کہ اس سے تپھی کر سکتا ہے۔ آخر قرآن میں جو اجتماعی قوانین، مالی، تعزیری،

لہ اتفاق سے انہی دنوں میں نے حسن علی محمد احمد کی کتاب سوڈان میں عیسائیت کی یلغار کے متعلق پڑھی۔ اس دردناک اور عبرت انگیز کتاب میں اسلام کے متعلق مغربی اکابر (دسیاسی مذہبی) کے عجیب عجیب اقوال سامنے آئے۔ مشہور کروم کہتا ہے کہ اسلام کا احیاء یعنی وہ اسلام جو قرآن اور حدیث پر مبنی ہے۔ وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ شاعرانہ نوعیت کا ایک خواب ہے۔ (متذکرہ کتاب ص ۳۸، ۳۹) کروم اور امین صاحب کے ذہن کیسے گلے مل گئے ہیں۔

صلح و جنگ سے متعلق، حکومت و قضا کے بارے میں، داد و کفر اور دار الحرب سے تعلقاً کے بارے میں نیز اقلیتوں کے حقوق وغیرہ بیان ہوئے ہیں۔ کیا وہ صرف زیب داستان کے لیے مخصوص بہ دور نبوت ہیں؟ کیا وہ صرف نفل ہیں؟ آدمی کا کلام اور اس کا استدلال اگر ذرا بھی جھول رکھتا ہو تو وہ مشکلات میں گھبر جاتا ہے۔ آخر بعد والوں کے لیے راہ ہدایت و نجات ما اثناء ایہ واصحابی کو قرار دیا گیا ہے اور اس پر اجماع امت ہے۔ اسے آپ کس طرح گول کریں گے؟ اگر نبی کا کام مشیت کا دکھ باموا معجزہ ہو تو وہ سنت نہیں ہو سکتا۔ اور یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ کیا چیز سنت ہے اور کیا ناقابل اطاعت اعجاز!

۵۔ پھر ایک نکتہ ترکیب نمبر ۳ سے بھی ہٹا دیتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا ارشاد یہ بھی ہے کہ ”مسلم حکمرانوں اور حکومت کی اصلاح کی جدوجہد نہ ہر فرد مسلم پر فرض عین ہے نہ واجب ہے اور نہ ہی ہر مسلمان کو اس کا مکلف ٹھہرایا جاسکتا ہے۔“ (ص ۲۰) یعنی پہلے اسے نبی پاک سے مخصوص کیا، اب اسے نماز جنازہ کی طرح فرم کفایا بنا دیا۔ علم شریعت میں خاص مدینہ شریف جا کر فضیلت حاصل کرنے اس دوست کو ہم کیا کہیں؟ وہ آگے کہتے ہیں۔ اگر کوئی عالم یا صلح اس کے لیے کھڑا ہو جائے اور کچھ مسلمان جو اس کام سے ذہنی اور عملی مناسبت رکھتے ہوں اس سے تعاون کریں تو ساری امت کا فریضہ ادا ہو جائے گا۔ سبحن اللہ!

ذرا وہ آیت بھی سامنے رکھیے جس سے استدلال کیا گیا ہے: فَلَوْلَا نَفَاً مِّنْ سُلٰلٰةٍ

فِرْقَانَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ (فتح المتوبہ - ۲۲)

یعنی یہاں ذکر ہے تفقہ فی الدین کا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ تو ضروری نہیں کہ ہر جگہ سے (سارے قبیلوں سے)، اہل ایمان ایک دم نکل کھڑے ہوں بلکہ ایسا کیوں نہ ہو کہ ہر گروہ میں سے کچھ لوگ نکلتے اور دین کو سمجھ کر (یا اس کا علم حاصل کر کے)، اپنے لوگوں میں واپس جاتے اور ان میں تبلیغ و ترویج اور تعلیم کا کام کرتے۔ یہ الگ بات ہے کہ جہاد پر کام کرتے ہوئے یہ فرمایا گیا ہے مگر مقصد یہ ہے کہ جہاد کی کشش بھی تو علم دین یا تفقہ کے بل پر پیدا ہو سکتی ہے۔ اس میں ایک پہلو یہ بھی ہے کہ جہاد کے زمانے میں تفقہ کے لیے نہ زیادہ آدمی وقت

نہیں دے سکتے، لہذا دودو، چار چار افراد کو آنا چاہیے۔

۶۔ ڈاکٹر صاحب کی موجِ تفکر نے ایک بار پھر پلٹا کھایا ہے۔ فرماتے ہیں: ”جہاں تک نشأۃ ثانیہ، عالمی علیہ دین، شہادت علی الناس، اعلیٰ کلمۃ اللہ یا شہادتِ حق کا تعلق ہے (ہمارے نزدیک یہ مترادف اصطلاحات ہیں)۔۔۔۔۔“ اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ پہلے اُمتِ مسلمہ متحد ہو کر ایک اُمت بن جائے (غور و غور۔۔۔ دے رہے) اپنی طاقت کو مجتمع کرے (بغیر کسی سعی و منصوبہ کار کے۔۔۔ دے رہے) دین کی تعلیمات و احکام کو عملاً اپنے ہاں نافذ کرے“ حالانکہ اس سلسلہ میں کام نہ ڈاکٹر صاحب کرنے کو تیار ہیں، نہ کسی کو اجازت دیتے ہیں، بلکہ اُسے دورِ نبوت کے مشیت کا خاص پروگرام قرار دیتے ہیں۔ (ن۔ ص) تاہم ساری دنیا بدعیشتم ہر اسلام اور اس کے عملی نتائج کو دیکھ لے، اس طرح جب اتمامِ حجت ہو جائے تو پھر صحابہ کرامؓ کی طرح غیر مسلموں کو اسلام، جزیہ یا جنگ کا الٹی میٹم دے (ص ۵۱) یعنی یہ عظیم الشان کام اپنے سارے تقاضوں سمیت کہیں کچھ لوگ کر لائیں، ہم اپنے غیر سیاسی غیر اجتماعی کا ردِ دعوت میں لگے رہیں گے۔ اِنَّا هُمْ نَا قَاعِدُونَ۔

اس کتاب میں ایک تفصیلی منشور بھی دے دیا گیا ہے، جس میں زیادہ تر یہ بتایا گیا ہے کہ حکومت کو کیا لایا جانا چاہئیں۔ بعض اچھی سفارشات ہیں، مگر سفارشات کو منشور نہیں کہتے یہ تو ظاہر ہے کہ کبھی اور ٹکراتے خیالات و استدلال کی کڑیاں جوڑ کر کوئی نظام فکر بنا کر کام کی راہ کا شعور حاصل کرنا تو سواٹھے کچے ذہن کے کچھ لوگوں کے، کسی اعلیٰ سطح و معیار پر ممکن نہیں ہے۔ مغالطہ انگیز می کا سحر بہت عارضی ہوتا ہے۔ البتہ مجھے خوشی اس بات کی ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے مضطرب مزاج کو ایک تسکین بخش مورد مل گیا۔ کسی شخص کے لیے اپنی جگہ یہ بھی بڑی کامیابی ہوتی ہے کہ وہ کسی بھی میکے سے ہجرۃ طہینان پالے۔

البتہ اگر موصوف ایک نئی فکر، نیا استدلال اور نیا پروگرام لانے سے پہلے تھوڑا سا مطالعہ و تدارک کر لیتے تو ان کے لیے اور ملتِ اسلامیہ کے لیے بہت اچھا ہوتا۔ آخر ایسی بھی کیا جلدی کہ کاتا اور لے دوڑی۔ سال دو سال میں گاڑی نکل تو نہ جاتی

بات ختم کرتے کرتے میں یہ ضرور عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ چاہے غیر سیاسی اور غیر انتخابی دعوت کو اختیار کر لیں، مگر اسلام دشمن اور ملت دشمن قوتیں سیاسی، اقتصادی اور ثقافتی بلکہ فکری تسلط حاصل کرنے کے لیے ہر جگہ کوشاں ہیں۔ کمیونسٹ، سیکولرسٹ، قادیانی، صلیبی، صہیونی، بھارت پرست، افرنگ نواز، اسماعیلی وغیرہ گروہ اپنے اپنے طریقوں سے اسلام کے لیے اُبھرنے کے راستے بنا کر کے خود اپنے افراد اور نظریوں کو ہر جگہ مسلط کر رہے ہیں۔ ذرا اس مصیبتِ عظمیٰ کا بھی مطالعہ فرمالیجیے۔ ان قوتوں کے لیے میدان کو خالی چھوڑ کر، تمام مسلمان (خصوصاً ان کے اسلامی گروہوں اور کمیوں) کو کنارے نہیں ہو جانا چاہیے۔ بلکہ طاغوتی حملوں کا منہ پھیر دینے کی کوشش کرنی چاہیے، خواہ اس کام میں کئی سال لگ جائیں۔

ڈاکٹر صاحب کی کتاب میں مباحث تو اور بھی بہت سے ہیں۔ مگر ہم نہ ذوقِ مناظرہ رکھتے ہیں، نہ دینی حلقوں کی معرکہ آرائیوں کو پسند کرتے ہیں اور نہ ہمارے پاس ان نیک کاموں کے لیے وقت اور رسالے کے وافر صفحات ہیں۔ خدا کرے کوئی بات ناگوار نہ ہو۔

نئی سوچ۔ صحیح سوچ کی راہیں

نعیم صدیقی کا تازہ پمفلٹ ضرور پڑھیں

تحریکِ اسلامی کو

کیسے نوجوان درکار ہیں؟

ٹائٹل ۵۰ دنگا ○ سائز ۱۸ × ۲۳ ○ قیمت ۵ روپے

ادارہ ترجمان القرآن رحمن مارکیٹ، مغربی سٹریٹ اردو بازار۔ لاہور